اکبراور اقبال کا فلسفۂ اسلام

محمد لقمان

پی ایچ۔ڈی سکالر،شعبہ اردو

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی،فیصل آباد

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر شعبہ اُردو

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

Akbar and Iqbal were great classical philosophers of the Sub-Continent. They were true muslims. According to their philosophy, Islam is complete code of life. Islam presents unique examples of unity, peace, sacrifice and equality. They presented revolutionary ideas of Islam in their poetry. They solved many spiritual complications of muslims in their poetry. Their poetry is based on Quran and the teachings of Holy Prophet (PBUH). They used the term "Islam" as a motivation for all muslims of the world.

برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ اقتدار کے زوال کے بعد اسلام کے حالات دگرگوں تھے۔مغربی استعمار کے پنجۂ خونیں میں گرفتار ہونے کے بعد مسلمانوں کو جو حالات پیش آئے وہ قیامت سے کم نہیں تھے۔اکبر اور اقبال نے مسلمانوں کی بلندی اور پستی کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا۔وہ مسلمانوں کی زبوں حالی پر بہت زیادہ دل گرفتہ تھے۔انھوں نے مسلمان قوم کو خدائی مصلحت سمجھ کر اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ مسلمانوں کے مختلف رجحانات،عقائد،اقدار،رسوم اور فکر کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کا پختہ عزم کیا۔انھوں نے اپنی شاعری میں جو فلسفۂ اسلام پیش کیا ہے دراصل وہ قرآن اور سنت کا عکس ہے اور انھوں نے مسلمانوں کی زندگیوں کو اسی فلسفے کی مدد سے تبدیل کرنے کی کوشش کی۔انیسویں صدی کے آخر میں جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی حالتِ زار اور کسمپرسی کا نقشہ بڑا عبرت آموز ہے۔اکبر کی شاعری اس قومی المیے اور اسلامی فلسفے کی صدائے بازگشت ہے۔اکبر نے مسلمانوں کی بے حسی دور کرنے اور انھیں سچا مسلمان بنانے کے لیے اپنا فن وقف کر دیا۔پروفیسر اویس احمد ادیب اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ’’اگر بنیادی طور پر اسلام کی اخلاقی تعلیم پر مسلمان عمل پیرا رہتے تو انھیں وہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جن کی طرف اکبر نے اشارات کیے ہیں۔مسلمانوں نے عقلی دلائل سے اس تعلیم کی بنیادیں

استوار کیں، حالانکہ ان کو یہ معلوم ہے کہ تعلیمات اسلام اس قدر جامع اور مکمل ہیں کہ ان میں نہ بحث وتکرار کی گنجائش ہے اور نہ عقلی حکمتوں کی۔‘‘(۱)

اکبر نے جو فلسفۂ مذہب اپنی شاعری میں پیش کیا ہے اس پر عمل پیرا ہو کر مسلمان اپنی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اکبر کے درج ذیل اشعار ان کے اس فلسفہ کے غماز ہیں:

ارشاد لاجواب تو قرآن ہی کا ہے
قانون بے مثال تو رحمان ہی کا ہے

مذہب کو لیا بحث میں تو سر ٹوٹا
چاہی اپنی اصلاح تو خدا ہی چھوٹا

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

شیخ برگڈ کہتے ہیں مذہب ضروری ہے مگر
فائدہ مذہب کا جو کچھ ہے اسی دنیا میں ہے

اکبر کے فلسفہ اسلام میں کلمہ طیبہ کو اساسی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی کلمۂ حق کی قوت سے مسلمانوں نے پوری دنیا پر اسلام کی سربلندی کا پرچم لہرایا۔ ملت اسلامیہ کی عظیم الشان عمارت اسی کلمہ پر تعمیر ہوتی ہے۔ یہی کلمہ مسلمانوں کی دنیا اور آخرت کی زندگی کا لائحہ عمل متعین کرتا ہے۔ زبان وقلب سے سچی تصدیق کرنے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں کی زندگی کے جملہ گوشے منور ہو جاتے ہیں۔ دین اسلام کا دار و مدار اللہ اور رسولؐ پر صدقِ دل سے ایمان پر ہے۔ خشیت الٰہی مسلمانوں کا مسلک ہے۔ عشقِ رسولؐ ان کا مطمعِ حیات ہے۔ یہ ایک ایسا دستورالعمل ہے جو مسلمانوں کو ہر قسم کے خوف سے نجات دلاتا ہے۔ باطل قوتیں مردِ مومن کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہیں۔ مرد مسلمان کو ایک اللہ کا خوف باقی تمام خدشوں سے نجات بخش دیتا ہے۔ مسلمان جب احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتا ہے، امر و بالمعروف ونہی عن المنکر کی تبلیغ کرتا ہے، شر سے بچتا ہے، بھلائی اور امن کا ساتھ دیتا ہے تو کامیابی اور کامرانی اس کے قدم چومتی ہے۔ ساری زمین اس کے لیے مسخر کر دی جاتی ہے۔ غلام حسین ذوالفقار اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ’’کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا‘‘ جس امت کے دل ودماغ میں یہ کلمہ طیبہ سمایا ہوا تھا وہ اسی کی بدولت دنیا میں کامیاب وکامران تھے۔ اب اس امت کے افراد زبان سے تو یہ کلمہ پڑھتے ہیں مگر یہ کلمہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ ان کا عمل اس کلمہ طیبہ کے منافی ہے۔ خوفِ خدا بھی ان کے دل سے نکل گیا ہے۔ اسی لیے مسلمان دنیا میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔‘‘(۲)

خوفِ حق الفت احمد کو نہ چھوڑ اے اکبر
منحصر ہے انھی دو لفظوں پہ سارا اسلام

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل مرا ایمان ہو نہیں سکتا

کبھی اسلام لائے تھے کہ ہو دین خدا قائم
اور اب مشرب بدلتے ہیں کہ ہو اپنا جتھا قائم

اپنی ہوس کے آگے ملت کو چھوڑ بھاگے
اور کہہ دیا کہ ہم تو اس عہد کے نبی ہیں!

سراسر نورِ تقویٰ سایہ پر قربان کر آئے
یہ کیا اچھا کیا تم نے اگر زر کھو کے مس لائے

اکبر اپنے فلسفہ مذہب میں مردوزن کو تعلیمات اسلامی کے زیور سے آراستہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ مسلمان قوم سے انتشار، اضطراب، حرص وہوس، ریاکاری، بدکاری، بدچلنی، خوشامد، رشوت ستانی، بغض وعناد اور حسد ختم کر کے ایک ملت کی لڑی میں پرونا چاہتے ہیں۔ وہ ہر مسلمان کی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق سنوارنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے فلسفہ کی وساطت سے مسلمان قوم میں ایمانی قوت اور اسلامی شان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے فلسفہ مذہب کے ذریعے مسلمانوں میں ضبط نفس، توکل وقناعت، صبر واستقامت، خودی وخودداری، صداقت وحق پرستی، ایثار وقربانی، اولوالعزمی اور وسعت نظری جیسی صفات پیدا کیں۔ وہ مسلمانوں کو اقبال کے ''مردِ مومن'' کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمان کی زندگی کو عمل سے سنوارنا چاہتے تھے:

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو
اللہ سے نیک امید کرنا سیکھو

خمار انصاری اکبر کے فلسفۂ مذہب کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''اکبر کا ذہن ایک ایسی فضا کا پروردہ تھا جو مذہب کے گہرے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھی اور وہ مذہب کو زندگی کا مرکزی نقطہ سمجھتے تھے۔ اسلام ان کے نزدیک ایک مکمل نظام حیات پیش کرتا ہے۔ اس نظریہ کی تبلیغ ان کی تمام شاعری میں موجود ہے۔ ان کے ہاں سرسید یا حالی کی سی لچک نہیں تھی بلکہ ایک ایسا ٹھوس اصول تھا جس پر زمانے کی بدلتی ہوئی کیفیت کے باوجود مصلحت کا باریک سے باریک خول بھی نہ چڑھ سکا۔ ہمیں یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ سرسید اور ان کے رفقا نے صرف مسلمانوں کے لیے سوچا لیکن اکبر نے اس سے آگے بڑھ کر پوری دیانت داری اور سچائی کے ساتھ اسلامی نظامِ حیات کو نئی زندگی دینے کی کوشش کی۔ وہ خدا اور مذہب سے ہٹ کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔''(۳)

اکبر کے ہاں مذہب اسلام کا ایک متحرک فلسفہ پیش کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری میں یہ حرکی پہلو مسلمانوں کو جذبۂ حریت، شوق جہاد

اور جذبۂ ایثار وقربانی کا درس دیتا ہے۔اکبر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

طبیعت اس تصور سے بہت مایوس ہوتی ہے
کہ بے یاد خدا بھی زندگی محسوس ہوتی ہے

کوئی عرب کے ساتھ ہو یا عجم کے ساتھ
کچھ بھی نہیں ہے تیغ نہ ہو جب قلم کے ساتھ

وضع مغرب سیکھ کر دیکھا تو یہ کافور تھی
اب میں سمجھا واقعی داڑھی خدا کا نور تھی

نہیں کچھ اس کی پرسش الفت اللہ کتنی ہے
یہ ہی سب پوچھتے ہیں آپ کی تنخواہ کتنی ہے

اقبال کے فلسفہ کی رو سے اسلام ایک ایسا آئین اور ضابطہ ہے جو بنی نوع انسان کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہے۔ یہ ہر دور، ہر زمانہ اور ہر قوم کی زندگی کے تمام گوشوں میں رہنمائی کا ضامن ہے۔ یہ آئین فطرت ازل سے ابد تک جاری وساری رہے گا۔ یہ ہماری اخروی زندگی ہی نہیں دنیاوی زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔اقبال کہتے ہیں جب مسلمان اس آئین کے تابع ہو کر زندگی گزارے گا تو وہ لوہے کی طرح سخت اور پہاڑ کی طرح مضبوط بن جائے گا۔ اگر وہ دین کو ترک کرے گا،شعائر نبوی سے منہ موڑے گا تو پستی کا شکار ہو جائے گا۔ان کے نزدیک جب تک مسلمان اپنے مذہب پر کاربند رہے گا اس کے سامنے پتھر موم ہو جائیں گے اور پہاڑ تنکا بن جائیں گے۔سکندر اور دارا جیسے شہنشاہ اس کے در کے بھکاری ہوں گے۔اگر دین چھوڑ دے گا تو کشکول گدائی اس کا مقدر بن جائی گی۔اگر دین کے احکامات کی پابندی کرے گا تو پہاڑ اور دریا اس کے اشاروں پر چلیں گے اور ساری زمین پر اس کا حکم چلے گا۔

تا شعار مصطفیٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

ہست دین مصطفیٰؐ دینِ حیات
شرع او تفسیر آئینِ حیات
گر زمینی آسمان سازد آسرا
آنچہ حق می خواہد آب ساز دترا
صیقلش آئینہ سازد سنگ را
از دلِ آہن رباید زنگ را

ہستی مسلم ز آئین است و بس

باطنِ دینِ نبیؐ ایں است و بس

سوچا بھی ہے اے مرد مسلماں کبھی تو نے
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار
اس بیت کا یہ مصرع اول ہے کہ جس میں
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار

ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''دینِ مصطفویؐ دینِ حیات ہے اور آپؐ کی شریعت اس آئینِ حیات کی تفسیر ہے۔ اگر تو زمین کی طرح پامال ہے تو یہ آئین تجھے آسمان کی طرح سر بلند کر دے گا بلکہ خدا تجھے اس سے بھی بڑھ کر جو چاہے گا بنا دے گا۔ اس آئین سے پتھر آئینے کی طرح روشن ہو جاتا ہے اور اس سے لوہے کے سارے رنگ دور ہو جاتے ہیں۔'' (۴)

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ ہے۔ ہمارا مذہب تمام مسلمانوں کے لیے اخوت، محبت، مساوات، یگانگت، یک رنگی، یک نگاہی اور عدل و انصاف کے اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے۔ اقبال نے جو فلسفہ پیش کیا ہے اس میں وہ ایثار و قربانی، صبر و استقلال، بے باکی، بے خوفی، ایمان و یقین اور رواداری کا درس دیتے ہیں۔ اقبال مسلمانوں کی ذلت اور پستی کا راز اسلام سے روگردانی میں تلاش کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے انقلاب آفریں فلسفہ کو نظر انداز کر دیا، اس لیے پستی اور بربادی ان کا مقدر بن گئی۔ اسلام جو دنیا سے ظلم و استحصال، بے دینی اور مذہبی پیشوائیت کا خاتمہ کرنے آیا تھا محض رسمی عبادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ اسلام ان کی نظر میں ابدی حکمتوں اور لازوال ضابطوں کا مرقع ہے:

ہے مملکت ہند میں اِک طرفہ تماشا
اسلام ہے محبوس ، مسلمان ہے آزاد!

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

لادیں ہو تو زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق

اگر قبول کرے ، دین مصطفیٰ ، انگریز
سیاہ روز مسلمان رہے گا پھر بھی غلام

الطاف حسین اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اسلام نظامِ حیات انسانیہ ہے۔ اس لیے اس امر پر بڑی شدت کے ساتھ اصرار کرتا ہے کہ زندگی

کے تمام شعبے اس کی تعلیمات کے مطابق استوار کیے جائیں۔ لہٰذا جب تک ہمارے سیاسی، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ پوری زندگی قرآن کے مطابق تشکیل پذیر نہیں ہوتی اور جملہ کاروبار احکامِ الٰہی کی پابندی میں نہیں چلائے جاتے ہم مومنین حقہ کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب نہیں ہوسکتے۔''(۵)

اقبال نے جس عہد میں آنکھ کھولی اسلام اس وقت ہند میں کسمپرسی کا شکار تھا۔ انگریز اپنی سیاسی حکمت عملی سے مسلمانوں میں تفرقہ بازی پیدا کر کے ان پر راج کر رہے تھے۔ ان کی اسلام دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ وہ مسلمانوں کی فکر تبدیل کر کے اسلام کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ اقبال نے انگریزوں کی اسلام دشمنی کو بھانپ لیا اور انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو اتفاق کا درس دے کر اسے اسلام کا مقصود قرار دیا:

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور

تفریق ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود
اسلام کا مقصود فقط ملتِ آدم
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

اقبال نے اپنے فلسفۂ مذہب میں مسلمانوں کو دین کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے۔ انھوں نے امتِ مسلمہ کو تہذیب حاضرہ کی سیاہ کاریوں سے متنبہ کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے کلام کے ذریعے پختگی ایمان اور ذوق یقین کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو احکاماتِ شریعت بجالانے اور بدعات سے دور رہنے کا درس دیتے ہیں۔ وہ مسلمان قوم کو اتحاد و اتفاق کا درس دیتے ہوئے انھیں فرقہ بندی اور ذاتوں کی آویزش سے باز رکھتے ہیں۔

اقبال مسلمانوں کو خوگر کردار و عمل بنا کر ان کی دنیا اور آخرت کو سنوارنے کے خواہاں ہیں۔ وہ سیدھی راہ سے بھٹکنے والے مسلمانوں کو دیکھ کر بہت زیادہ رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ انھیں اس بات کا دکھ ہے کہ اب مسلمانوں میں نہ کلیم کا سلیقہ ہے نہ خلیل کا قرینہ۔ مسلمانوں کے عقائد متزلزل اور ایمان پارہ پارہ دیکھ کر وہ انھیں اللہ سے محبت اور رسولؐ سے عشق کا پیغام دیتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ رسول کریمؐ کی تعلیمات میں ہی انسانوں کی کامیابی و کامرانی ہے۔ وہ مسلمانوں کو اسلامی روایات و اقدار اور شعائر کا پابند بنا کر حجازی آئین کے حصار میں لینا چاہتے ہیں:

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

وہ مذہب تھا اقوامِ عہد کہن کا
یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات

جان جائے ہاتھ سے جائے نہ ست
ہے یہی اِک بات ہر مذہب کا تت

طلسمِ بے خبری ،کافری و دیں داری
حدیثِ شیخ و برہمن فسوں و افسانہ

دین ہو، فلسفہ ہو ، فقر ہو ، سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بنا پر تعمیر

ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری

مولوی احمد دین اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اقبال کے مذہب میں عمل زندگی کا اصل اصول ہے اور اس کے نزدیک ہماری روحانی ترقی اور تنزلی بھی عمل سے ہی وابستہ ہے۔ بہشت کی نعمتیں، دوزخ کا عذاب اسی عمل کا نتیجہ ہے۔ مذہب کے ذیل میں شکایات کا ایک دفتر ہے جو اقبال کی نغمہ پیرائیوں نے مسلمانوں کو غیرت دلانے کے لیے کھول دیا ہے۔ مسلمان ہیں کہ ان کے دل الحاد سے خوگر ہو رہے ہیں۔ عجمیت کے گرویدہ کفر کے بندے شعارِ اغیار کے شیدائی، طرزِ سلف سے بیزار، وضع میں نصاریٰ تمدن میں ہنود، ان کی طبع آزاد، رمضان کی پابندیوں سے گریزاں ہے اور نمازیں جن سے دنیا میں سطوتِ توحید قائم ہوئی تھی ، ہند میں نذر برہمن ہو چکی تھی۔ بت گری ان کا پیشہ اور بت پرستی ان کا شیوہ، تارک آئین رسول مختار، مصلحتِ وقت کے غلام، قلب میں سوز نہیں اور روح میں احساس نہیں۔'' (۶)

اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی ، دین بھی ، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی ، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

قلب میں سوز نہیں ، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں

دفترِ ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

یہ ذکر حضور شہِ یثرب میں نہ کرتا
سمجھیں نہ کہیں ہند کے مسلم مجھے غماز

محمد صابر علی خان لودھی اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''مذہب اسلام نے سیدھے راستے سے دین کو مکمل تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔لیکن زمانے کے چکر اور وقت کی گردش کے ساتھ ساتھ انسان اس سیدھے راستے سے دور ہوتے گئے اور تاریکیوں میں بھٹکنے لگے۔مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا۔وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اسلام کے اصل پیغام کو بھول کر خرافات میں کھو گئے ۔اقبال نے اپنی قوم یعنی ملتِ اسلامیہ کی اس زبوں حالی کا رونا رویا ہے اور اس قوم کی بیداری کے لیے دعا بھی کی ہے اور اسے زندگی کا پیغام بھی دیا ہے۔''(۷)

اقبال مسلمان کی عملی زندگی کو صفاتِ خداوندی کے مطابق ڈھال کر اسے پکا اور سچا مسلمان بنانے کے خواہاں ہیں۔اتباع نبویؐ میں نبی کریمؐ کے پاکیزہ کردار، مکارمِ اخلاق اور اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کا درس دیتے ہیں۔خدا کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور رسول کریمؐ کے عشق میں سرشار ہو کر مکارمِ اخلاق سے آراستہ ہونا اسلام کا مقصد ہے۔اقبال نے اپنے کلام میں جو فلسفۂ مذہب پیش کیا ہے وہ مسلمانوں کو تاریکیوں اور خرافات سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اویس احمد ادیب، پروفیسر، اکبر شوخ نگار معلم اخلاق کی حیثیت سے،مشمولہ: اکبر اس دور میں، مرتبہ: اختر انصاری اکبر آبادی، کراچی: بزمِ اکبر،۱۹۵۲ء،ص:۱۲۸

۲۔ غلام حسین ذوالفقار، بزمِ اکبر سے بزمِ اقبال تک، لاہور: بزمِ اقبال،۲۰۰۴ء،ص:۱۳۷

۳۔ خمار انصاری، اکبر کی شاعری کا سرسری مطالعہ،مشمولہ: اکبر اس دور میں، مرتبہ: اختر انصاری اکبرابادی،ص:۲۹۲

۴۔ محمد طاہر فاروقی، ڈاکٹر، اقبال اور محبتِ رسولؐ، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۲۰۱۵ء،ص:۹۳

۵۔ الطاف حسین، اقبال اور اسلامی معاشرہ، لاہور: بزمِ اقبال،۱۹۹۱ء،ص:۷۰

۶۔ مولوی احمد دین، اقبال، مرتبہ: مشفق خواجہ، لاہور: بزمِ اقبال،۲۰۰۶ء،ص:۲۵۱-۲۵۰

۷۔ محمد صابر علی خان لودھی، حقیقت خرافات میں کھوگئی، یہ امت روایات میں کھوگئی،مشمولہ: اقبال شناسی اور نخلستان، مرتبہ: ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور، بزمِ اقبال،۱۹۸۸ء،ص:۹۴